بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

آیئے حالات درست کریں

قاضی حسین احمد

اندھیری شب میں کسی بے نشاں صحرا سے گزرتے ہوئے قافلے سے بچھڑ جانے والے تنہا مسافر کی پریشانی کو تصور میں لائیں۔ اس کے لیے سب سے بڑا نجات دہندہ اور محسن وہ شخص ہو گا جو اس کے راستے کو روشن کر دے اور اسے منزل کا پتا بتا دے۔ انسانیت بھی اسی طرح بھٹک رہی تھی۔ عام لوگ اپنے خالق کی معرفت سے محروم تھے۔ انھیں معلوم نہیں تھا کہ کس نے انھیں پیدا کیا اور کیوں پیدا کیا۔ انھیں زندگی کس طرح گزارنی چاہیے' حلال کیا ہے' حرام کیا ہے' انھیں کہاں جانا ہے' اپنے جیسے انسانوں پر اس کے کیا حقوق ہیں' اس کے خالق کے کیا حقوق ہیں' اور وہ اپنے پروردگار' اپنے خالق و مالک کو کیسے راضی کر سکتا ہے؟ انسانیت کو یہ رہنمائی اس کے محسن اعظم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ملی اور یہ روشنی اور سیدھا راستہ قرآن کریم نے دکھایا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اسے هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ (البقرہ ۲: ۱۸۵)' یعنی لوگوں کے لیے ہدایت و رہنمائی اور حق و باطل کے درمیان فرق کرنے کی واضح نشانیاں قرار دیا ہے۔ اس رہنمائی (نزول قرآن) کے لیے رمضان المبارک کے مہینے کو چنا گیا۔ اس احسان عظیم کی شکرگزاری کے لیے ہمیں موقع دیا گیا کہ اس ماہ مبارک میں اللہ کی بڑائی بیان کرنے اور اس کا شکر ادا کرنے کے لیے روزے رکھیں اور زیادہ سے زیادہ اللہ کا ذکر کریں۔ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (البقرہ ۲: ۱۸۵)' اور تاکہ تم اللہ کی عطا کردہ ہدایت پر اس کی کبریائی بیان کرو اور تاکہ تم شکر ادا کرو۔

رمضان کے مبارک مہینے کے روزوں کا مقصد بھی یہی ہے کہ انسان میں تقویٰ کی صفت پیدا ہو۔ یعنی اپنے اعمال کے بارے میں' اپنے رب کے سامنے جواب دہی کا احساس پیدا ہو۔ وہ اپنے رب کا ذکر کرتا رہے'

قاضی حسین احمدؒ' جماعت اسلامی پاکستان کے امیر ہیں۔

دل سے بھی اس کی کبریائی بیان کرے' زبان سے بھی اور جسم کو بھی کھانے پینے اور دوسری لذات سے روک کر رکھے۔ یہ تمام اعمال اللہ کی شکرگزاری کے مظہر ہیں' اس بات پر کہ اس نے ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت دی۔ روزے رکھنے کے ساتھ ساتھ ہمیں یہ بھی تاکید کی گئی ہے کہ برائی اور بے حیائی کے ہر کام سے اجتناب کیا جائے' اپنی زبان کی حفاظت کی جائے' جھوٹ' غیبت اور گالم گلوچ سے زبان کو پاک رکھا جائے' تراویح میں قرآن کریم سننے کا اہتمام کیا جائے اور قرآن کریم کی تعلیمات سے کماحقہ' آگاہی حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ترجمان القرآن کے قارئین کو رمضان المبارک کی زیادہ سے زیادہ برکات سمیٹنے کی توفیق عطا فرمائے۔

رمضان المبارک کی عین آمد کے موقع پر امریکہ نے ایک بار پھر عراق کے مظلوم مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ رات کی تاریکی میں بے خبر اور معصوم انسانوں پر اندھا دھند میزائلوں کی بارش کر کے سیکڑوں بے گناہوں کو ان کے خون میں نہلا دیا گیا۔ ہسپتالوں' یونی ورسٹیوں اور عبادت گاہوں کو بھی نہیں بخشا گیا۔ بوڑھوں' بچوں اور عورتوں کو بھی دہشت گردی کا نشانہ بنایا گیا۔ امریکہ دراصل یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ وہ پوری دنیا کے سیاہ و سفید کا بلاشرکت غیرے مالک ہے اور اسے ہر جگہ اپنی مرضی کے مطابق مداخلت کرنے کا حق حاصل ہے اور اس کے حکم سے سرتابی کرنے والے کا انجام عبرت ناک ہوتا ہے۔ بدقسمتی سے مسلمان حکمرانوں کو جب اس طرح کی کوئی سزا ملتی ہے تو اس وقت ان کو اسلامی تضامن اور امت کا اتحاد یاد آ جاتا ہے۔ حالانکہ یہ بات اب ثابت شدہ حقیقت ہے کہ استعماری طاقتوں کے مقابلے میں اپنا تحفظ کرنے کے لیے مسلمانان عالم کے سامنے اتحاد امت کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ عراق پر حملے سے قبل افغانستان اور سوڈان کو جس طرح اچانک حملے کا نشانہ بنایا گیا' اس سے تمام مسلمان حکمرانوں کو عبرت پکڑنی چاہیے تھی لیکن آج بھی بیشتر مسلمان حکومتوں کا یہ حال ہے کہ وہ ایک دوسرے کی مصیبتوں سے بے خبر صرف اپنے مفادات اور اغراض سے وابستہ ہو کر رہ گئی ہیں۔

ایک طرف امریکہ مسلمانوں کو اتحاد سے محروم اور انتشار سے دوچار کر کے ان کی رہی سہی قوت کو بھی ختم کر دینا چاہتا ہے اور دوسری طرف حکومت پاکستان امریکہ سے یہ آس لگائے بیٹھی ہے کہ وہ اسے اقتصادی بحران سے نکالنے کے لیے کوئی موثر اقدام کرے گا اور عالمی مالیاتی اداروں کو اس کی امداد کی ترغیب دلائے گا۔ اس مقصد کے لیے میاں نواز شریف نے صدر کلنٹن سے ملاقات کی درخواست کی اور امریکہ کے دورے کی دعوت حاصل کی' لیکن اس دورے کے جو نتائج سامنے آئے ہیں' انھیں سامنے رکھ کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ دورہ نہ کرنا زیادہ باوقار رویے کا اظہار ہوتا۔ کیونکہ نہ صرف پاکستان کے موقف کو تسلیم نہیں

کیا گیا بلکہ پاکستانی وفد کی سبکی اور توہین بھی کی گئی۔ تقریباً ایک سو افراد کا بھاری بھرکم وفد لے کر جانے اور کروڑوں روپے کے اخراجات کے باوجود میاں نواز شریف بے آبرو ہو کر واپس لوٹے تو یہ محض وزیراعظم کی بے عزتی نہیں بلکہ پوری قوم کی سبکی ہے۔ کیسی عبرت ناک بات ہے کہ کشکول توڑنے کے منشور پر ووٹ حاصل کرنے کے بعد موجودہ حکومت پوری دنیا میں ہر طرف کشکول لیے پھر رہی ہے۔ مگر ہر طرح کی خوشامد کے باوجود کشکول خالی واپس آ جاتا ہے۔ اس ضمن میں تشویش ناک بات یہ ہے کہ حکومت پاکستان اقتصادی مشکلات سے گھبرا کر نیوکلیئر ہتھیار جیسی اہم دفاعی سدجارحیت کی صلاحیت کو بھی داؤ پر لگانے کے لیے تیار ہے۔ امریکی نائب وزیر خارجہ سٹروب ٹالبوٹ نے اپنے مضمون میں' جو پاکستان کے اخبارات میں بھی چھپا ہے' بالکل واضح کر دیا ہے کہ امریکہ کی یہ کمٹ منٹ ہے کہ این پی ٹی پر دستخط کروا کے' سلامتی کونسل کے پانچ مستقل ممبران کے علاوہ دوسرے ہر ملک کو نیوکلیئر ہتھیار بنانے کے حق سے محروم کیا جائے گا۔ اس مقصد کے لیے امریکی حکومت جس تدریج سے آگے بڑھ رہی ہے' مسٹر ٹالبوٹ نے اس کا بھی اعلان کر دیا ہے۔ یعنی وہ سی ٹی بی ٹی کے بعد ایف ایم سی ٹی اور پھر این پی ٹی کے ذریعے کامل "ڈی نیوکلیئرائزیشن" کے ذریعے اپنے مقاصد حاصل کرنا چاہتی ہے۔ اس واضح اعلان کے بعد یہ کہنا کہ سی ٹی بی ٹی پر دستخط سے کوئی فرق نہیں پڑے گا' قوم کو دھوکا اور فریب دینے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ یہ نہایت خطرناک بات ہے کہ امریکہ کو یقین دہانی کرا دی گئی ہے کہ پاکستان سی ٹی بی ٹی پر ۱۹۹۹ میں کسی بھی وقت دستخط کر دے گا۔ یہ بات طاقتور بھارتی حریف کے مقابلے میں پاکستان کو بے بس اور بے سہارا بنانے کے مترادف ہے۔ اس کے بعد ہمارے اندر یہ سکت باقی نہیں رہے گی کہ کشمیر کے معاملے میں اپنے اصولی موقف پر قائم رہ سکیں یا کشمیری مجاہدین کی کسی بھی قسم کی امداد کر سکیں۔

موجودہ حکومت ہر محاذ پر بکمل طور پر ناکام ہو چکی ہے۔ اس کی سب سے بڑی ناکامی اور نامرادی تو یہ ہے کہ یہ اقتصادی خوش حالی کا بلند بانگ دعویٰ لے کر آئی تھی' لیکن "بھاری مینڈیٹ" حاصل کرنے کے باوجود اس میدان میں گذشتہ تمام حکومتوں سے زیادہ نااہل ثابت ہوئی ہے۔ تاجروں اور صنعت کاروں نے اس حکومت سے جو امیدیں وابستہ کیں تھیں' وہ چکنا چور ہو گئیں ہیں۔ صنعتیں بند پڑی ہیں اور مزید صنعتیں بند ہو رہی ہیں۔ تجارت صرف ان بنیادی ضرورتوں تک محدود ہو کر رہ گئی ہے جو قوت لایموت کے لیے ناگزیر ہیں۔ زرعی پیداوار میں بھی مسلسل کمی واقع ہو رہی ہے اور کپاس وغیرہ کی فصلوں کے لیے جو ہدف طے کیا گیا تھا' وہ بھی حاصل نہیں ہو سکا۔ درآمدات اور برآمدات دونوں میں کمی ہوئی ہے جو صنعتی زوال کی مظہر ہے۔ مہنگائی مسلسل بڑھ رہی ہے' نج کاری کے عمل کے نتیجے میں لاکھوں لوگ بے روزگار ہو

گئے ہیں' حکومتی ادارے مفلوج ہو کر رہ گئے ہیں' انتظامیہ اور عدلیہ کی ناکامی کا اعتراف فوج کو بے پناہ اختیارات دے کر کیا جا رہا ہے۔ ریلوے اور واپڈا مکمل بربادی کے قریب ہیں۔ صرف ان دو اداروں کے لاکھوں مزدوروں میں بے چینی اور اضطراب پیدا ہو رہا ہے۔ اسکولوں اور کالجوں کے لاکھوں اساتذہ' کلرک اور سفید پوش طبقے کے ملازمین بنیادی ضروریات کے لیے ترس رہے ہیں۔ غرضیکہ پوری قوم ایک پکے ہوئے لاوے کی مانند پھوٹ پڑنے کو ہے۔

اقتصادی اور معاشی زوال کے ساتھ ساتھ پوری قوم اخلاقی زوال سے بھی دوچار ہے۔ بے حیائی اور فحاشی کے نتیجے میں ہمارا خاندانی اور عائلی نظام' جو امت مسلمہ کا طرہ امتیاز تھا' بری طرح متاثر ہو رہا ہے۔ والدین اور اولاد کے درمیان تعلقات مستحکم نہیں رہے' خواتین کا احترام ختم ہو رہا ہے۔ روزانہ کے اخبارات اخلاق سوز واقعات سے بھرے پڑے ہیں۔ خودکشی کے روز افزوں واقعات قوم کے اخلاقی زوال کا ثبوت ہیں' اس لیے کہ خودکشی کا اسلام میں کوئی تصور نہیں۔ مسلمانوں کے معاشرے میں تو خودکشی کرنے والوں کی نماز جنازہ تک نہیں پڑھی جاتی۔ یہ نہایت درجے کی بے ہمتی' کج روی اور کم حوصلگی ہے کہ ایک شخص خود کو جہنم کی آگ میں جھونک ڈالے۔ مگر مغربی معاشرے کے زیر اثر بے حیائی اور فحاشی کے دوسرے مظاہر کے ساتھ ساتھ خودکشی کا قبیح عمل بھی ہمارے معاشرے میں نفوذ کر رہا ہے۔ اس کو جواز فراہم کرنے کے لیے غربت کی دلیل دی جاتی ہے جو قطعاً غلط ہے۔ دراصل یہ رجحان اخلاقی پستی کی وجہ سے ہے۔ صرف اللہ اور روز آخرت پر ایمان سے محروم شخص ہی خودکشی کر سکتا ہے۔ تاہم ہمارے حکمران قوم کے اخلاقی زوال میں تیزی سے اضافے کا سبب بن رہے ہیں۔ لوٹ کھسوٹ اور کرپشن کا کلچر عام کیا جا رہا ہے۔

اس گھٹاٹوپ اندھیرے میں اگر روشنی کی کوئی کرن موجود ہے اور ملک و قوم کو سہارا دینے کی صلاحیت کہیں نظر آتی ہے تو وہ ہمارے نوجوان ہیں' جو اس خود غرض' مادہ پرست اور نفس کی بندگی کے ماحول سے نکل کر جہاد کی زندگی اختیار کر رہے ہیں۔ الحمدللہ ہزاروں کی تعداد میں ایسے نوجوان موجود ہیں جو اس انتظار میں ہیں کہ کسی طرح انھیں کشمیر' فلسطین' بوسنیا اور چیچنیا وغیرہ میں مظلوم مسلمانوں کا سہارا بننے کا موقع ملے۔ جہاد کا جذبہ اور شہادت کی آرزو لیے ہوئے یہ نوجوان پہاڑی کے چراغ ہیں۔ مغربی ثقافت اور بود و باش کے مقابلے میں جہادی کلچر عام کرنے کے لیے نوجوان تنظیموں نے غیر معمولی کام کیا ہے۔ یہ اسی کا اثر ہے کہ ہماری قوم کے تن مردہ میں زندگی کے شرارے پھوٹتے دکھائی دیتے ہیں۔ امت مسلمہ پر جہاں بھی کوئی افتاد پڑتی ہے' ہمارے گلی کوچوں میں انھی مذہبی تنظیموں کے نوجوان' علمائے کرام اور ائمہ مساجد کے ذریعے قوم کے اجتماعی ضمیر کی ترجمانی ہوتی ہے۔ اپنے آپ کو بڑی پارٹیاں کہنے والوں کا تو وجود بھی مصیبت

کے وقت کہیں دکھائی نہیں دیتا۔ افغانستان یا سوڈان پر حملے ہوں، یا عراق پر حالیہ امریکی حملہ، ان نام نہاد بڑی پارٹیوں کے رویے سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی ہے کہ انھیں امت کی اجتماعی مفاد یا غم و الم سے کوئی غرض نہیں۔ دراصل یہ نام نہاد بڑی پارٹیاں مفاد پرستی، خود غرضی اور اسٹیبلشمنٹ کے سہارے پر قائم ایسے گروپ ہیں جو عوام کے لیے سراسر اجنبی ہیں لیکن اپنے سرمائے، روایتی جاگیردارانہ رعب داب اور اثر و رسوخ کی وجہ سے بے زبان اور بندھنوں میں جکڑے ہوئے عوام پر تسلط حاصل کر لیتے ہیں۔ امت پر جب کبھی کوئی افتاد پڑتی ہے، تو گلی کوچوں میں جماعت اسلامی کے کارکن نظر آتے ہیں یا علما کے کچھ گروہ سراپا احتجاج دکھائی دیتے ہیں۔

بدقسمتی سے ہمارے ملک کے مذہبی رہنما درد مشترک اور قدر مشترک رکھنے کے باوجود اپنے اپنے مسلک کی، حد سے بڑھی ہوئی محبت کی وجہ سے مشترک چیلنج کا ادراک کرنے سے قاصر ہیں۔ ان میں قربانی کے جذبے اور دین کے ساتھ گہرے لگاؤ کی کمی نہیں، لیکن باہمی یگانگت اور یکسوئی نہ ہونے کی وجہ سے ان کی قوتیں آپس میں ٹکرا کر ضائع ہو رہی ہیں۔ ماضی میں مختلف مسلکوں سے تعلق رکھنے والے علماے کرام کے درمیان اتحاد و یک جہتی پیدا کرنے کی متعدد کوششیں کی گئیں، وقتی طور پر اس کے کچھ نتائج بھی برآمد ہو جاتے ہیں لیکن موجودہ حالات میں اس بات کے امکانات کم نظر آتے ہیں کہ یہ متحد ہو کر کسی بڑے چیلنج کے مقابلے میں ہراول دستہ بن سکیں۔ ملک کے ہر گلی کوچے میں مخلص اور نیک دل افراد موجود ہیں لیکن تنہا کسی فرد کے لیے ممکن نہیں کہ اچھے جذبات رکھنے کے باوجود کوئی بڑا نتیجہ پیدا کر سکے۔ بڑے نتائج حاصل کرنے کے لیے اور ہمہ گیر اور ہمہ پہلو اصلاح کے لیے کسی بڑی اجتماعی تحریک کی ضرورت ہے۔ اس ضمن میں پورے ملک میں نظر جماعت اسلامی ہی پر ٹھیرتی ہے جس کی تنظیمی صلاحیتوں، مقصد کے ساتھ لگن اور امانت و دیانت کے اعلیٰ معیار کے اس کے مخالفین بھی قائل ہیں۔ اکتوبر ۹۸ میں اسلام آباد کے اجتماع میں یہ حقیقت کھل کر سامنے آگئی اور قومی اور بین الاقوامی پریس نے بھی اس کا اعتراف کر لیا کہ جماعت اسلامی اپنی تنظیمی صلاحیتوں کے لحاظ سے اس ملک اور قوم کے لیے ایک نعمت ہے۔ دو لاکھ سے زیادہ لوگوں (مردوں، عورتوں اور بچوں) کو شامیانوں کے ایک شہر میں بسانا، انھیں ملک کے مختلف حصوں سے جمع کرنا اور پھر پرامن طور پر انھیں اپنے گھروں تک واپس پہنچانا، ان کی ساری ضروریات پوری کرنا اور محبت و یک جہتی کی فضا میں ان کو باہم شیر و شکر کر کے ایک خاندان میں تبدیل کر دینا، افراتفری اور بدامنی کے اس ماحول میں روشنی کا ایک مینار ہے۔ اس سے ملک بھر میں مخلص اور نیک لوگوں کو حوصلہ اور روشن مستقبل کا سراغ ملا ہے۔ لیکن اپنی موجودہ شکل میں جماعت اسلامی ہی قوم کی رہنمائی کے لیے کافی نہیں۔ جماعت اسلامی کے کارکنوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ معاشرے کے تمام اچھے اور اہل افراد کو جذب کرنے کی کوشش کریں۔

ہمارے ملک میں جب بھی کوئی شدید بحران آتا ہے، لوگ حکمرانوں کے ظلم و زیادتی اور بدعنوانی سے پریشان ہو جاتے ہیں اور تبدیلی کی خواہش تیز تر ہو جاتی ہے تو اس کا حل اکثر ایک یک نکاتی ایجنڈے میں تلاش کیا جاتا ہے اور یہ نکتہ حکومت سے نجات حاصل کرنے پر مبنی ہوتا ہے۔ مختلف الخیال عناصر پر مشتمل اتحاد تشکیل پاتے ہیں، وقتی طور پر متفقہ منشور بھی پیش کیے جاتے ہیں لیکن مختلف اور متنافر عناصر جو اپنے سینوں میں مختلف خیال اور آرزوئیں پالتے ہیں، حکومت کو گرانے کا منفی منصوبہ پایہ تکمیل کو پہنچتے ہی ایک بار پھر منتشر ہو جاتے ہیں اور قوم کو اسی مفاد پرست اور خود غرض ٹولے کے چنگل میں چھوڑ جاتے ہیں جو ہر بار ایک نیا اور مختلف لبادہ اوڑھ کر سامنے آ جاتا ہے۔ جماعت اسلامی بھی کئی مرتبہ اس تجربے سے گزری ہے۔ بھٹو کے خلاف قومی اتحاد ہو یا اسلامی جمہوری اتحاد، اس کی روح رواں جماعت اسلامی ہی تھی لیکن ان تحریکوں کے نتیجے میں کوئی مثبت تبدیلی نہیں آ سکی اور ہر بار وہی مفاد پرست طبقہ نام بدل کر برسراقتدار آتا رہا۔ نواز شریف کے بعد بے نظیر، بے نظیر کے بعد نواز شریف، نواز شریف کے بعد پھر بے نظیر اور بے نظیر کے بعد پھر نواز شریف، اس عمل سے گزرنے کے بعد یہ دونوں جماعتیں (اصل میں دونوں ایک ہیں) عوام کی نظروں سے گر چکی ہیں۔ اس حقیقت کے باوجود کہ عامتہ الناس نواز شریف سے بھی سخت بیزار ہو چکے ہیں، بے نظیر کی قیادت لوگوں کے دلوں میں کوئی امنگ پیدا نہیں کر سکتی۔ جو لوگ بے نظیر کے گرد جمع ہو کر الائنس بنا رہے ہیں نہ تو قوم کو کوئی لائحہ عمل دے سکیں گے اور نہ ہی لوگ ان کا ساتھ دے کر کسی قربانی کے لیے آمادہ ہوں گے۔ اس وقت ملک کے عوام انقلابی اور نتیجہ خیز (radical) اقدامات کی تمنا کر رہے ہیں۔ عوام چاہتے ہیں کہ ایسے سراپا اخلاص لوگ اقتدار میں آئیں جو نہ صرف ملک کی خستہ اور درماندہ حالت میں انقلاب لائیں اور امن و امان کی صورت حال درست کریں بلکہ موجودہ خود غرضانہ اور مادہ پرستانہ ماحول کو بھی یکسر بدل ڈالیں اور قوم کو مکمل اخلاقی زوال سے بچا لے جائیں۔ اس کام کے لیے انقلابی لوگوں اور انقلابی پروگرام کی ضرورت ہے۔ موجودہ سسٹم یا سیاست دانوں اور اسٹیبلشمنٹ میں یہ صلاحیت سرے سے موجود ہی نہیں کہ وہ اپنی اصلاح آپ کر سکیں۔

اگر ایک بار پھر اسی ڈھنگ اور اسی ڈھب پر انتخابات ہوتے ہیں جس کی اس ملک میں ریت چلی آ رہی ہے تو ووٹرز بڑی حد تک اس عمل سے لاتعلق ہو جائیں گے۔ پنجاب کے حالیہ بلدیاتی انتخابات میں لوگوں نے اس بات کا انکشاف کیا ہے کہ رائے دہندگان کی فہرست میں پچاس فی صد اندراجات غلط ہیں۔ جن لوگوں کے ووٹ بنے ہوئے ہیں وہ علاقے میں موجود ہی نہیں ہیں اور جو موجود ہیں ان کے ووٹ ہی نہیں ہیں۔ حکومتی مشینری راتوں رات پولنگ اسکیم کو تبدیل کر لیتی ہے۔ ووٹر حیران اور پریشان اپنے پولنگ

اسٹیشنوں کو ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ اس سے وہ لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو جعلی ووٹ بھگتانے کے فن میں ماہر ہیں۔ وہ سرکاری مشینری کو استعمال کر کے اپنی "مہارت" کو روبہ عمل لاتے ہیں۔ پھر الیکشن کمیشن غیر جانب دار اور آزاد نہیں ہے۔ ایک ایک حلقے کے اندر بیس بیس ہزار جعلی شناختی کارڈ بنے ہوئے ہیں۔ پولنگ سے ایک روز قبل غریب لوگوں میں راشن اور پیسے تقسیم کر کے شناختی کارڈ لے لیے جاتے ہیں۔ اس طرح عوام کی اکثریت انتخاب کے عمل سے ہی مایوس ہو چکی ہے اور ۸۰ فی صد لوگ پولنگ اسٹیشنوں کے قریب پھٹکنے سے بھی ڈرتے ہیں۔

اصلاح کا واحد راستہ یہ ہے کہ مایوس لوگوں کے دلوں میں امید کی شمع روشن کی جائے۔ ملک بھر کے ہر گلی کوچے میں لوگوں کو اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ اپنی قسمت آپ بنانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (الرعد ۱۳: ۱۱) "حقیقت یہ ہے کہ اللہ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدل دیتی"۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ عوام الناس کو مایوسی اور قنوطیت سے نکالا جائے اور ان کے دلوں کو یقین کی روشنی سے معمور کر دیا جائے۔ اس لیے کہ اللہ کی رحمت سے مایوسی کو کفر قرار دیا گیا ہے۔ لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْکٰفِرُوْنَ (یوسف ۱۲: ۸۷)، "اللہ کی رحمت سے تو بس کافر ہی مایوس ہوا کرتے ہیں"۔ ہم تو دنیا میں امید کی روشنی عام کرنے آئے ہیں۔ ہم سے کہا گیا ہے کہ ہم پوری انسانیت کو یقین دلائیں کہ اللہ کا دامن رحمت بہت وسیع ہے۔ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ (الزمر ۳۹: ۵۳)، "اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ" --- اور وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (آل عمران ۳: ۱۳۹)، "دل شکستہ نہ ہو، غم نہ کرو، تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو"۔

یہ وقت ہے کہ اس قوم کے ہر فرد کے دل کو ایمان و یقین کی دولت سے مالا مال کر دیا جائے۔ پاکستان کے ہر مزدور، کسان، طالب علم، کلرک، استاد اور نچلے و متوسط طبقے کے سفید پوش، باشعور شہری، قوم و ملک کا درد رکھنے والے ہر دانش ور اور ہر دردمند پاکستانی کا تعاون حاصل کیا جائے۔ انھیں اس تحریک کے ساتھ چلنے پر آمادہ کیا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ ایک مکمل، ہمہ گیر اور ہمہ پہلو انقلاب کی منصوبہ بندی کی جائے۔ رمضان المبارک کے اس مہینے کو اس عظیم الشان تحریک کی تیاری کے لیے استعمال میں لایا جائے اور جیسے ہی مناسب موقع آئے ایک عظیم الشان اور بابرکت انقلاب برپا کرنے کے لیے عوام سے سڑکوں اور گلی کوچوں میں نکلنے کی اپیل کی جائے۔ اس تحریک کو انتہائی منظم اور پرامن رکھا جائے تاکہ ملک کو مزید انتشار اور بدامنی اور موقع پرست طالع آزماؤں کی دست برد سے بچایا جا سکے۔ اس تحریک کے ذریعے حکومت اور

اسٹیبلشمنٹ کو مجبور کر دیا جائے کہ ملک کی باگ ڈور ایسے مخلص لوگوں کے سپرد کر دیں جو اسے موجودہ اندھیروں سے نجات دلا سکیں۔

ہمارے ملک کا دستور ایک اسلامی انقلابی دستور ہے۔ اس میں ۱۹۴۹ میں پاس کی گئی وہ قرارداد مقاصد بھی شامل ہے جو بجائے خود ایک انقلابی دستاویز ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ کو اور اس بات کو تسلیم کیا گیا ہے کہ ملک کو قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق چلایا جائے گا۔ ہمارے دستور میں قرارداد مقاصد کو قومی رہنمائی اور قانون سازی کی بنیاد تسلیم کیا گیا ہے۔ ہمارے دستور کی دفعہ ۶۲ اور ۶۳ کے مطابق کوئی ایسا شخص کسی اسمبلی کا نہ امیدوار بن سکتا ہے اور نہ کسی اہم عہدے پر فائز رہ سکتا ہے:

جو امین نہ ہو، جو فرائض ادا نہ کرتا ہو، جو بڑے گناہوں سے اجتناب نہ کرتا ہو اور اچھی شہرت نہ رکھتا ہو۔

یہ انقلابی دستور تو موجود ہے لیکن اس پر عمل در آمد کا کوئی نظام موجود نہیں۔ عوامی دباؤ کے تحت دستور میں اسلامی دفعات تو رکھی گئیں لیکن ملک کی زمام اقتدار انگریز کے تربیت یافتہ سیاست دانوں اور اسٹیبلشمنٹ کے ہاتھ میں رہی۔ وہ اس ملک کے دستور کے خلاف اس پر مسلط رہے۔ اب اس ملک کو اسلامی دستور میں ڈھالنے کا واحد راستہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے آئینی دفعات کو فریب دینے اور دھوکہ دہی کے لیے استعمال کیا، اقتدار و اختیار ان سے چھین لیا جائے، سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے اس کلب کو توڑ کر باگ ڈور ان لوگوں کے ہاتھ میں دے دی جائے جو دستور کے مطابق ملک کا نظام بنانے، چلانے اور اپنے آپ کو اس کے مطابق ڈھالنے کے لیے تیار و آمادہ ہوں۔ یہ کام جماعت اسلامی اپنے بے لوث اور مخلص کارکنوں کی مدد سے کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے اور وہی قوم کو بڑی جدوجہد کے لیے آمادہ کر سکتی ہے۔

عموماً یہ سوال کیا جاتا ہے کہ اس تحریک میں جماعت اسلامی کے علاوہ اور کون کون سی جماعتیں شامل ہیں۔ یہ سوال دراصل اس مفروضے پر مبنی ہے کہ قوم مستقل طور پر گروہوں میں بٹی ہوئی ہے۔ اس کے برعکس قوم کی بڑی تعداد موجودہ جماعتوں، گروہوں اور فرقوں سے الگ اور بیزار ہے۔ ان لوگوں کو اگر ایک عظیم اصلاحی تحریک برپا کرنے کے لیے آمادہ کیا جائے تو بے غرض اور مخلص لوگ جو موجودہ گروہ بندیوں سے وابستہ ہیں، وہ بھی آزاد ہو کر اس تحریک کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ دینی اور مذہبی جماعتوں سے وابستہ افراد بھی مسلکی عصبیت اور فقہی تنگنائیوں سے نکل کر امت کے اجتماعی مفاد کی خاطر کام کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ علماے کرام، ائمہ اور خطیب حضرات کی بہت بڑی تعداد بھی ان شاء اللہ اس کام میں ممد و معاون ثابت ہو گی۔

جماعت اسلامی کی مجلس شوریٰ کے حالیہ اجلاس میں اس طرح کی تحریک چلانے کا اصولی فیصلہ کر لیا گیا ہے لیکن اس پر عمل درآمد کرنے کے لیے مناسب تیاری اور معاشرے کے تمام نیک دل افراد اور اصحاب عظمت کو ساتھ ملانے کے لیے ہم سب کو اپنے اپنے حصے کا کام کرنا ہوگا۔ قارئین ترجمان القرآن بھی ایک ممتاز حلقہ رکھتے ہیں۔ اس میں قوم کی رہنمائی کرنے والے دانش ور بھی شامل ہیں۔ اگر آپ حضرات بھی اپنے حلقے کے اندر سرگرم عمل ہو کر اس تحریک کو قوت فراہم کرنے کا بیڑا اٹھالیں تو نہ صرف بہت اہم کردار ادا کر سکتے ہیں بلکہ عنداللہ اپنے فرض سے عہدہ برآ بھی ہو سکیں گے۔ آپ سے گزارش ہے کہ اس بڑے کام میں شرکت کے لیے اپنے قریب ترین ذمہ داران جماعت اسلامی سے رابطہ کریں اور اپنی خدمات انھیں پیش کریں۔ اگر آپ کسی گاؤں میں رہتے ہیں تو گاؤں کے لوگوں کو جمع کریں، شہر میں رہتے ہیں تو محلے کے لوگوں کو اکٹھا کر کے اس کام میں حصہ لینے پر آمادہ کریں۔ جس مسجد میں نماز پڑھتے ہیں، اس کے امام اور نمازیوں کو اس کام کے مشورے میں شریک کریں۔ آپ یقین جانیں یہ وہ کام ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیا اور پیغمبر آخر الزماں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا، اسی کام کے لیے یہ امت مبعوث کی گئی اور امت مسلمہ کو اسی کام پر اکٹھا کرنے کے لیے پاکستان حاصل کیا گیا۔

آج پاکستان کے حالات کتنے ہی دگرگوں کیوں نہ ہوں، عوام کے اندر ان کا شعور اور بیداری ہمارا حقیقی سرمایہ اور امید کا پیغام ہے۔ ملک کے اصل دشمن وہ ہیں جو مایوس ہیں اور مایوسی پھیلاتے ہیں۔ تاریخ میں ایسی قوموں کی مثالیں کم نہیں، جو زوال کے بعد عروج کی منزلیں طے کرتی ہیں۔ ہم ہاتھ پر ہاتھ دھر کر نہ بیٹھیں، جدوجہد کریں تو یقیناً اللہ کی مدد آئے گی۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ اپنے رستے میں نکلنے والوں کو رستہ بھی دکھاتا ہے اور ان کی مدد بھی کرتا ہے۔ آج کے پاکستان کا، اور ہماری آنے والی نسلوں کا، ہم سے یہ تقاضا ہے کہ ہم خود غرضی اور ذاتی مفادات کی روش ترک کر کے، اعلیٰ مقاصد کی خاطر اپنے آپ کو وقف کر دیں۔ یہی میرا آپ کے لیے پیغام ہے، یہی ملک کے ہر خیر خواہ کا مقدس ترین فریضہ ہے۔

نومبر کے شمارے میں قارئین کی آرا جاننے کے لیے ہم نے ایک سوالنامہ شامل اشاعت کیا تھا۔ اس کے پانچ سو (۵۰۰) کے قریب جوابات موصول ہوئے۔ ہمیں خوشی ہے کہ قارئین نے اس میں دلچسپی لی۔ انھوں نے عمومی طور پر رسالے کو مفید پایا اور اس کے معیار پر اظہار اطمینان کیا ہے۔ بعض پہلوؤں کی طرف توجہ بھی دلائی گئی۔ ہم اس سروے میں شرکت کرنے والے تمام قارئین کے بے حد ممنون ہیں۔ ہماری کوشش ہوگی کہ ہم ان کی آرا کو پیش نظر رکھ کر آیندہ ترجمان القرآن کو بہتر اور مفید بنائیں تاکہ وہ ان مقاصد کو پورا کرے جن کے لیے اس کا اجرا کیا گیا۔ ہماری آپ سے یہ درخواست ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے اور پڑھنے والوں کے دلوں کو اس رسالے میں شائع ہونے والی حق بات کے لیے کھول دے۔ (مجلس ادارت)